صرف امام حسینؑ ہی کا چہلم ہر سال کیوں؟

غلام مرتضی انصاری

چکیدہ

شریعت میں چالیس عدد کو خاص اہمیت حاصل ہے اسی لئے اسے قرآنی مسئلہ جانا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی خدا سے خصوصی ملاقات کا دورانیہ ۳۰ دن سے بڑھا کر ۴۰ دن مقرر ہوا۔اسی طرح بعثت رسالت بھی چالیس سال بعد، نماز شب میں چالیس مومن کا نام لے کر دعا کرنے کا حکم ،امام حسینؑ پر زمین و آسمان اور چرند پرند کا چالیس دن تک رونا، آفتاب اور ماہتاب کا سرخ ہونا ،۔اب امام حسینؑ کا چہلم ہر سال کیوں مناتے ہیں ،اس کا جواب یہ ہے کہ آپ میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں ،جن کا تذکرہ متن میں ہوچکا ہے، کسی اور میں نہیں پائی جاتیں۔عاشورا اور اربعین کی عظمت ، اہمیت اور ہماری ذمہ داری کیا ہے ، اس کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ:

امام حسینؑ، عاشورا، زیارت اربعین، سیر و سلوک، ثاراللہ۔

مقدمہ

چالیس عدد کی اہمیت اور خصوصیات

اربعین اور چالیس عدد کی کچھ خصوصیات جو باقی اعداد میں نہیں ہیں وہ یہ ہیں:

۱. اکثر انبیاء الٰہی چالیس سال کی عمر میں منصب رسالت پر مبعوث ہوئے۔

۲. چالیس کی عدد کمال کی انتہا ہے جیساکہ چالیس سال کی عمر میں عقل انسانی کمال کو پہنچتی ہے۔

۳. اربعین ایک قرآنی مسئلہ ہے جیساکہ فرمایا: «واعدنا موسی ثلاثین لیله و اتممناها بعشر»۔ کہ ہر چیز پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا اللہ تعالی کے ساتھ جو ۳۰ دن کا وعدہ تھا لیکن اس میں مزید ۱۰ دن کا اضافہ کرکے میعاد تکمیل ہوئی۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی خدا تعالی سے خصوصی ملاقات کا دورانیہ بھی چالیس دن کا تھا۔

۴. نماز شب میں چالیس مومنین کے لئے دعا کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔

۵. ہمسایہ کی تعداد بھی چالیس گھر تک بتائی گئی ہے۔

۶. انبیاء اولیاء اور مومنین جس جگہ نماز پڑھا کرتے تھے وہ جگہ ان کے مرنے کے بعد چالیس دن تک ان کے سوگ میں روتی رہتی ہے۔

۷. امام حسینؑ کے لئے چالیس دن تک زمین اور آسمان خون کے آنسو روتے رہے۔البتہ یہاں ظاہری آنسو اور خون مراد نہیں ہے اور نہ ہی ظاہری آنکھوں سے دیکھنے والی ہے،اگرچہ امام صادقؑ کی حدیث میں آسمان اور سورج کے سرخ ہونے کا تذکرہ آیا بھی ہے لیکن پھر بھی انکار نہیں کرسکتا،جس طرح حضرت یوسفؑ نے کہا کہ میرے لئے شمس و قمر کے ساتھ گیارہ ستاروں کو سجدہ کرتے دیکھا ہے، یہ ظاہری سجدہ نہیں ہے جسے ظاہری آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہو، لیکن اس سے انکار بھی نہیں کرسکتا کیونکہ قرآن کا کلام ہے۔اسی طرح امام زمانؑ کا فرمانا: و لأبكينّ عليك بدل الدموع دماً۔اگر میری آنسو خشک ہوجائے تو میں آپ پر خون کے آنسو روؤں گا۔

۸. سیر و سلوک اور عرفان والے اپنے سیر و سلوک کے لئے ۴۰ دن کا انتخاب کرتے ہیں جس میں واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے دوری کے ساتھ ساتھ مستحب عبادتوں کو بھی اپنے اوپر لازم قرار دیتے ہیں۔اگر کسی میں کوئی صفات رزیلہ کو اپنے دور کرنا چاہے تو بھی ۴۰ دن تک اپنے آپ کو مقید کرتا ہے۔اگر کوئی صفات حسنہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے تو بھی ۴۰ دن رات زحمت اٹھاتا ہے اور اپنے

اوپراس عمل کو تحمیل کرتا ہے یہاں تک کہ یہ خوبی اس میں پایہ دار ہو جاتی ہے ، جسے اردو محاورہ میں چلہ کہا جاتا ہے۔ یہاں ایک لطیفہ یاد آتا ہے کہ ایک شخص نے ۴۰ سال بغیر نماز زندگی گزاری ، ایک دن اس کے بیٹے نے کہا: بابا ! اگر آپ ۴۰ دن تک نماز پڑھتے رہے تو میں آپ کو ایک بڑاانعام دوں گا۔ بابا نے کہا: ٹھیک ہے۔ جب ۴۰ دن ختم ہوئے، بابا نے بیٹے سے کہا: انعام کہاں ہے؟ بیٹے نے کہا: بابا! میں نے اس لئے کہا تھا کہ کوئی بھی عمل ۴۰ دن تک انجام دیتا رہے تو اس میں وہ عادت پیدا ہو جاتی ہے تو آپ میں بھی نماز کی عادت پیدا ہو جائے۔ بابا نے کہا: کم بخت ! مجھے پتہ تھا کہ تم انعام نہیں لاووگے تو میں بھی ۴۰ دن تک نمازیں بغیر وضو کے پڑھتا رہا۔

صرف امام حسینؑ کا چہلم کیوں؟

تاریخ اسلام میں ہمیشہ سے مرسوم رہا ہے کہ ہر انسان اپنے مرنے والوں کے لئے سوم، ہفتم اور پہلا چہلم مناتے آرہے ہیں اب اس کا فلسفہ کیا ہے اور اس پر کوئی آیت یا روایت بھی پائی جاتی ہے یا نہیں ؟اس سلسلہ میں کوئی آیت تو نازل نہیں ہوئی ہے اور حدیثوں میں بھی صراحت کے ساتھ کوئی حکم نہیں آیا ہے لیکن کچھ روایتوں کا سلسلہ ہے جو یہ بتاتی ہے کہ مرنے والے

کے لئے ان کے ورثاء کیا کچھ خدمت کر سکتے ہیں اور اس کے لئے کیا کچھ خیرات بھیج سکتے ہیں؟اس سلسلہ میں کچھ روایتیں ہیں جو مرنے والے کی حالات اور عالم برزخ ،روحوں کی مشکلات، اور ضروریات اور ان کے ورثاء اور اپنے دوستوں کی طرف آس لگائے رہنے کو بیان کرتی ہیں۔کچھ روایتیں ہیں جو اشارہ کرتی ہیں کہ ورثاء اپنے مرحومین کے لئے کیا کچھ خیرات دے سکتے ہیں ؟جیسے ان کے لئے عزاداری کرنا،ورثاء کو تسلیت عرض کرنا،صدقہ خیرات دینا، ان کی نیابت میں نمازیں پڑھنا، حج کا ادا کرنا، قرض اتارنا، غریبوں کو کھانا،لباس وغیرہ دینا شامل ہیں۔کچھ روایتیں ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ روح کب اور کیسے بدن کی طرف آتی ہے، جسے پاش پاش دیکھ کر بہت ہی غمگین ہوتی ہے، یا اپنے اہل و عیال کے نزدیک آتی ہے جہاں وہ ان کے ساتھ رہا کرتی تھی، اپنے جمع پونجی کو دیکھ کر بہت ہی افسوس کرنے لگتی ہے۔ایسے میں ہم پر فرض ہے کہ اپنے مرحومین کو یاد کریں ان کے نام کچھ نہ کچھ صدقہ خیرات دیا کریں ،تاکہ ان کا کوئی نہ کوئی حق ادا کر سکیں۔اکثر لوگ میت کی پہلی ، تیسری،ساتویں اور چالسویں رات کو ان کے لئے خیرات نکالتے ہیں جو ارواح کے لئے تسلی ، آرامش اور مشکلات دور کرنے کا باعث بنتی ہیں۔

رسول خداؐفرماتے ہیں: میت کے لئے پہلی رات سے سخت تر کوئی مرحلہ نہیں ہے، صدقہ کے ذریعے ان پر رحم کرو۔[1]مرنے والوں پر جب ترحم کرکے ان کے لئے استغفار کرتے ہیں تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں جس طرح زندہ لوگوں کے لئے ان کے دوست تحفہ تحائف دینے پر خوش ہوتے ہیں۔[2]

قَالَ ص إِنَّ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ تَأْتِي كُلَّ جُمُعَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِحِذَاءِ دُورِهِمْ وَ بُيُوتِهِمْ يُنَادِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِصَوْتٍ حَزِينٍ بَاكِينَ يَا أَهْلِي وَ يَا وُلْدِي وَ يَا أَبِي وَ يَا أُمِّي وَ أَقْرِبَائِي اعْطِفُوا عَلَيْنَا يَرْحَمُكُمُ اللهُ بِالَّذِي كَانَ فِي أَيْدِينَا وَ الْوَيْلُ وَ الْحِسَابُ عَلَيْنَا وَ الْمَنْفَعَةُ لِغَيْرِنَا وَ يُنَادِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ إِلَى أَقْرِبَائِهِ اعْطِفُوا عَلَيْنَا بِدِرْهَمٍ أَوْ بِرَغِيفٍ أَوْ بِكِسْوَةٍ يَكْسُوكُمُ اللهُ مِنْ لِبَاسِ الْجَنَّةِ ثُمَّ بَكَى النَّبِيُّ ص وَ بَكَيْنَا مَعَهُ فَلَمْ يَسْتَطِعِ النَّبِيُّ ص أَنْ يَتَكَلَّمَ مِنْ كَثْرَةِ بُكَائِهِ ثُمَّ قَالَ أُولَئِكَ إِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ فَصَارُوا تُرَاباً رَمِيماً بَعْدَ السُّرُورِ وَ النَّعِيمِ فَيُنَادُونَ بِالْوَيْلِ وَ الثُّبُورِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ يَقُولُونَ يَا وَيْلَنَا لَوْ أَنْفَقْنَا مَا كَانَ فِي أَيْدِينَا فِي طَاعَةِ اللهِ وَ رِضَائِهِ مَا كُنَّا نَحْتَاجُ إِلَيْكُمْ فَيَرْجِعُونَ بِحَسْرَةٍ وَ نَدَامَةٍ وَ يُنَادُونَ أَسْرِعُوا صَدَقَةَ الْأَمْوَاتِ۔[3]

رسول خدا سے مروی ہے کہ ہر شب جمعہ ارواح مومنین ہمارے گھروں پر آتے ہیں اور غمناک اور حزین آواز میں روتے ہوئے آواز دیتے ہیں: اے میری اولادو، اے میرے ماں باپ، اے میرے رشتہ دارو! ایک درہم یا ایک روٹی صدقہ دے کر، یا ایک فقیر کو لباس پہنا کر، مجھ پر

[1] ۔ قمی، عباس، سفینۃ البحار، بیروت، دار المرتضی، ج۲، مادۃ موت۔
[2] ۔ ہمان، ج۲، ص۵۵۵، مادۃ موت۔
[3] ۔ شعیری، محمد بن محمد، جامع الاخبار (للشعیری)؛ ص۱۶۹ - نجف، چاپ: اول، بی تا۔

رحم کرو، اللہ تعالی تمہیں جنت کی خلعت پہنائے گا، پھر رسول خدا شدید گریہ کرنے لگے، اور ہم بھی رونے لگے۔آپ کا گریہ اتنا شدید تھا کہ بات نہیں کر سکتے تھے آخر میں فرمایا: وہ لوگ تمہارے دینی بھائی ہیں جو دنیا کی ناز و نعمت اور خوشیوں میں زندگی گذارنے کے بعد اب مٹی ہو چکے ہیں حسرت ،اور پشیمانی کی حالت میں پلٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں :افسوس ہو ہم پر !اگر ہم اپنے اختیار میں موجود مال دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تو ہم تم پر محتاج نہ ہوتے،اور یہ لوگ پکارتے ہیں کہ اپنے اموات کے لئے صدقہ دینے میں جلدی کرو۔

الْقُطْبُ الرَّاوَنْدِيُّ: كَانَ الْمَوْتَى يَأْتُونَ فِي كُلِّ جُمُعَة منْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَقفُونَ وَ يُنَادي كُلُّ وَاحد منْهُمْ بِصَوْت حَزِينٍ بَاكِياً يَا أَهْلَاهْ وَ يَا وَلَدَاهْ وَ يَا قَرَابَتَاهْ اعْطفُوا عَلَيْنَا بِشَيْء يَرْحَمُكُمُ اللَّهُ وَ اذْكُرُونَا وَ لَا تَنْسَوْنَابِالدُّعَاء وَ ارْحَمُوا عَلَيْنَا وَ عَلَى غُرْبَتنَا فَإِنَّا قَدْ بَقينَا فِي سِجْنٍ ضَيِّقٍ وَ غَمٍّ طَوِيلٍ وَ غَمٍّ وَ شدَّة فَارْحَمُونَا وَ لَا تَبْخَلُوا بِالدُّعَاء وَ الصَّدَقَة لَنَا لَعَلَّ اللَّهَ يَرْحَمُنَا قَبْلَ أَنْ تَكُونُوا مثْلَنَا فَوَا حَسْرَتَى قَدْ كُنَّا قَادرِينَ مثْلَمَا أَنْتُمْ قَادرُونَ فَيَا عبَا دَ اللَّه اسْمَعُوا كَلَامَنَا وَ لَا تَنْسَوْنَا فَإِنَّكُمْ سَتَعْلَمُونَ غَداً فَإِنَّ الْفُضُولَ الَّتي فِي أَيْديكُمْ كَانَتْ فِي أَيْدينَا فَكُنَّا لَا نُنْفقُ فِي طَاعَة اللَّه وَ مَنَعْنَا عَنِ الْحَقِّ فَصَارَ وَبَالًا عَلَيْنَا وَ مَنْفَعَ تُهُ لغَيْرِنَا اعْطفُوا عَلَيْنَا بِدرْهَمٍ أَوْ رَغِيف أَوْ بِكسْرَة ثُمَّ يُنَادُونَ مَا أَسْرَعَ مَا تَبْكُونَ عَلَى أَنْفُسكُمْ وَ لَا يَنْفَعُكُمْ كَمَا نَحْنُ نَبْكِي وَ لَا يَنْفَعُنَا فَاجْتَهِدُوا قَبْلَ أَنْ تَكُونُوا مثْلَنَا۔[۴]

قطب راوندی نقل فرماتے ہیں کہ اموات ماہ رمضان کے ہر جمعہ کو آتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک ،حزین آواز میں ندا دیتے ہیں :اے میرے گھر والو!اولادو!رشتہ دارو!کچھ خیرات

[۴] ۔نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ج۲،ص: ۱۲۳۔قم،چاپ: اول،۱۴۰۸ق۔

دے کر ہم پر مہربانی کرو ،اللہ تم پر رحم کرے گا۔ہمیں اپنی دعاوں میں یاد کرو، اور ہماری غربت اور بے کسی پر رحم کرو، کیونکہ ہم تنگ و تاریک قید خانوں میں قید ہو چکے ہیں اور بہت ہی طولانی غم اور اندوہ میں گر چکے ہیں، پس تم لوگ ہم پر رحم کرو اور ہماری طرح ہونے سے پہلے ہمارے لئے دعا کرنے اور صدقہ دینے میں کنجوسی نہ کرو تاکہ اللہ تعالی ہم پر رحم فرمائے۔

ہائے افسوس ! ہم بھی تمہاری طرح اپنے اموال پر خرچ کرنے کا اختیار رکھتے تھے، لیکن اپنے لئے خرچ نہیں کرتے تھے،اے اللہ کے بندو! ہماری باتوں کو غور سے سنو،ہمیں نہ بھولیں کیونکہ تم جانتے ہوجو اموال کی فراوانی تمہارے ہاتھوں میں ہے،ہمارے ہاتھوں میں تھی، لیکن ہم نے اللہ کی اطاعت اور اس کی راہ میں خرچ نہیں کیا اور راہ خدا میں خرچ کرنے سے روکتے رہے،اب وہی اموال ہمارے لئے وبال جان اور بد بختی کا باعث بن گئے ہیں لیکن دوسروں کے لئے منفعت کا باعث۔ایک درہم ، یا ایک روٹی، یا ایک لباس ہی کیوں نہ ہو، کسی فقیر کو دے کر ہم پر مہربانی کرو۔ پھر یہ لوگ فریاد کرتے ہیں : تمہارا اپنے اوپر بھی آہ وزاری کرنے کا وقت کتنا قریب ہے، لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا،جس طرح اب ہمارا گریہ کرنا ہمارے لئے کوئی فائدہ نہیں دے رہا، پس ہر اچھے کاموں میں پہل کرو، اس سے پہلے کہ ہماری طرح بے بس ہو جائیں۔

ہر ایک مسلمان کے اذہان میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ شیعہ صرف امام حسینؑ کا چہلم مناتے ہیں لیکن باقی آئمہ طاہرین، کا چہلم نہیں مناتے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سیدالشّہدؑا کی کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو باقی اماموں میں نہیں پائی جاتیں جن کی وجہ سے امام حسینؑ کی یوم شہادت اور چہلم کو خاص اہتمام کے ساتھ ہر سال مناتے ہیں، اور وہ خصوصیات یہ ہیں:

پہلی خصوصیت: امام حسینؑ کی شہادت کے بارے میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں جیسا کہ امام صادقؑ نے فرمایا کہ پوری کائنات حضرت یحیٰ اور امام حسین علیہما السلام کے سوگ میں روئی ہے، جب آپ سے عرض ہوا آسمان کیسے روئے؟ تو فرمایا: آسمان ۴۰ دن تک اور سورج طلوع ہونے سے غروب ہونے تک سرخ رہا۔[۵]

دوسری خصوصیت: آن حضرت کو ثاراللّٰہ کہا جاتا ہے۔ اور ثار اللہ کا کیا معنی ہے میرزا ابو الفضل طہرانی نے زیارت عاشورا کی شرح کتاب شِفاء الصُدور میں پانچ احتمال ذکر کیا ہے:

۱. ثار اللہ اصل میں «اہل ثار اللہ» ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اس قابل ہے کہ خداوند متعال خود اس کی خونخواہی اور انتقام کے لئے اقدام کرے۔

۲. وہ مقتول جس کا منتقم خود خداوند متعال ہے۔

---

[۵] کامل الزیارات / ترجمہ ذہنی تہرانی، باب ۲۸۔ ص ۲۹۴۔

۳. ثار اللہ اصل میں "الثائر للہ" ہے اس صورت میں ثار اللہ اس فرد کے معنی میں ہے جس نے خدا کی راہ میں اور خدا کے لئے، خونخواہی کی ہے۔

۴. ثار اللہ بعض دوسرے الفاظ جیسے عین اللہ (اللہ کی آنکھ) اور ید اللہ (اللہ کا ہاتھ) کی طرح مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اللہ کا خون۔

۵. "ثار" سے مراد "طلب شدہ خون" ہے، اس صورت میں اس لفظ کا اللہ کی طرف اضافہ، اس لحاظ سے ہے کہ "اللہ اس خون کا حقیقی ولی و وارث ہے"۔[6]

تہرانی نے پہلے معنی کو علامہ مجلسی[7]، وسرے معنی کو اہل سنت کے مفسر زمخشری، تیسرے معنی کو کتاب مَجمع البحرین کے مصنف طُرَیحی [8]کی طرف نسبت دی ہے جبکہ انہوں نے خود پانچویں معنی کو درست قرار دیا ہے۔ اور چوتھے معنی کا کوئی قائل ذکر نہیں کیا ہے اور اس احتمال کو نادرست قرار دیا ہے۔[9]

تیسری خصوصیت: سارے انبیاءؑ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو بھی زیارت کی ترغیب دلاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلفاء اور حاکمان اسلامی شدید ظلم و

[6] ۔ طهرانی، شفاء الصدور، ۱۳۷٦ش، ص ۱٦۴-۱٦۳۔
[7] ۔ مجلسی، بحار الانوار، ۱۴۰۳ق، ج۹۸، ص۱۵۱.
[8] ۔ طریحی، مجمع البحرین، ۱۴۱٦ق، ج ۳، ص ۲۳۵-۲۳۴۔
[9] ۔ طهرانی، شفاء الصدور، ص۱٦۵-۱٦۳۔

بربریت کے مرتکب ہو رہے تھے، انسانیت اور آزادی کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ مسلمانوں کی پستی اور ذلت کی انتہا تھی، شیعوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، امر بہ معروف و نہی از منکر فراموش ہو چکا تھا، مسلمان بہ ظاہر دوست لیکن درحقیقت امام اور ان کے آل اطہارؑ کے جانی دشمن بن چکے تھے جو امام کو مظلومانہ شہید کرنے پر تلے ہوئے تھے۔۔۔ان وجوہات کی بناپر امام کی عزاداری زیادہ اہتمام کے ساتھ برپا کی جاتی ہے۔"[10]

چوتھی خصوصیت: امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: «لَایَوْمْ کَیَوْمِكَ یا أبا عَبْدِاللّٰہ» "امام کے مصائب کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے قابل مقایسہ نہیں تھے، بلکہ سارے معصومینؑ ہر سال امام حسینؑ کے لئے عزاداری کیا کرتے تھے اور آنسو بہاتے تھے۔ جیساکہ امام زمانعج فرماتے ہیں: اے میرے جد امجد! میں آپ پر اتنا گریہ کروں گا کہ اگر میری آنکھوں میں آنسو ختم ہو جائے تو خون کی آنسو رووں گا۔ "[12]

پانچویں خصوصیت: امام حسینؑ کی قربانی دین اسلام کو زندہ رکھنے میں سب سے بڑا کردار کا نام ہے، اس لئے اس جان نثاری اور فداکاری کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ امام

---

[10]۔ پرسشہا و پاسخہا، ص: ٣٨٧۔
[11]۔ الأمالی، شیخ صدوق: ١٧٧؛ المناقب، ابن شہر آشوب: ٣/ ٢٣٨۔
[12]۔ المزار، محمد بن المشہدی: ٥٠١؛ کمیال المکارم: ١٥٣۔

کی قربانی کو زندہ رکھنا، عاشورااور اربعین حسینی کا بپا کرنا، گویا دین اسلام کو زندہ رکھنے اور اسلام دشمن عناصر کے ساتھ جنگ اور جہاد کے مترادف ہیں۔

چھٹی خصوصیت: امام حسینؑ پر جو عظیم مصیبت آئی اتنی کسی اور امام یا رسول پر نہیں آئی،آپ کی مصیبت ہر ایک کی مصیبت کے مقابلے میں سخت ترین مصیبت تھی۔آپ کا چہلم یا عاشورا منانے کے لئے اگر کوئی اور وجہ نہ بھی ہوں تو یہی ایک ہی وجہ کافی ہے۔

ساتویں خصوصیت: سن ۶۱ ہجری میں امام حسینؑ کے عزیزوں کو مسلمانوں نے بے دردی کے ساتھ شہید کرکے ان کے اہل بیت اور نوامیس رسالت کو اسیر کرکے کوفہ و شام میں پھیرایا اور اربعین کے دن واپس کربلا پہنچے ، یہ دن خاندان پیغمبر اکرمؐ کے لئے بہت ہی سخت دن تھا،

آٹھویں خصوصیت: اسلام دشمن عناصر امام حسینؑ کو شہید کرکے دین اسلام کو نابود کرنے پر تلے ہوئے تھے،اور وہ لوگ چاہتے تھے کہ مکمل طور پر واقعہء کربلا لوگوں کے ذہنوں سے نکل جائے اور بھول جائے،اسی لئے جب کوئی امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتے تو ان کو سخت سے سخت سزا دیتے اور جان سے مار دیتے تھے۔ متوکل عباسی ملعون کے زمانے میں کربلا کے تمام قبور خراب کرکے وہاں ہل چلایا گیا، لیکن شیعیان حیدر کرارؑ نے بھی دل و جان سے ان کا مقابلہ کرتے ہوئے مختلف مناسبات پر عزاداری امام حسینؑ برپا کرتے اور کربلا والوں کو یاد کرتے تھے، انہی رسومات میں سے ایک اربعین کا ماتم ہے جس کے لئے مختلف گوشہ و کنار

سے زیارت کے لئے آتے اور عزاداری برپا کرتے ، اور آج پوری دنیا مان چکی ہے کہ اربعین کا اجتماع دنیا کا بے مثال اجتماع ہے ، جس کی مثال کہیں اور نہیں ملے گی۔

نویں خصوصیت: امام حسن العسکریؑ نے فرمایا: مومن کی پانچ علامتیں ہیں جن میں سے ایک اربعین کی زیارت ہے جس کے علاوہ ، اکیاون رکعت نماز روزانہ، دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا، مٹی پر سجدہ کرنا اور نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز میں پڑھنا۔ رُوِيَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ الْعَسْكَرِيِّ ع أَنَّهُ قَالَ: عَلَامَاتُ الْمُؤْمِنِ خَمْسٌ صَلَاةُ الْخَمْسِينَ وَ زِيَارَةُ الْأَرْبَعِينَ وَ التَّخَتُّمُ فِي الْيَمِينِ وَ تَعْفِيرُ الْجَبِينِ وَ الْجَهْرُ بِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيم۔[۱۳]

امام جعفر صادقؑ سالار شہیدانؑ کا احترام اور تکریم کو زیارت اربعین کی روشنی میں بیان فرماتے ہیں :امام حسینؑ کی زیارت چہلم کے دن جب سورج طلوع ہو جائے تو پڑھے اس کے بعد دو رکعت نماز بھی ادا کرکے اپنی دلی حاجات کو اللہ کی بارگاہ میں طلب کرے ،زیارت اربعین میں ہم پڑھتے ہیں کہ اے اللہ ! حسین بن علی ابن ابیطالبؑ تمام انبیاءؑ کے وارث ہیں، اور جو کچھ انبیاءؑ کو عطا کی ہیں ، یعنی جو آدمؑ کو عطا کی، نوحؑ وابراہیمؑ کو عطا کی ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء الہیؑ کو عطا کی ،ان سب کا حسینؑ کو وارث بنایا ہے تو امام حسینؑ نے بھی اپنا وارث ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے تمام انبیاءؑ کی زحمتوں اور اہداف کو بچالئے۔ اسی لئے شاعر نے خوب کہا:

۱۳۔ طوسی، محمد بن الحسن، تہذیب الأحکام (تحقیق خرسان)؛ج۶؛ص ۵۲ ۔تہران، چاپ: چہارم،۱۴۰۷ق۔

آواز انبیاءؑ نہ پہنچی جہاں تلک پہنچی ہیں تیرے خون کی چھینٹیں وہاں حسینؑ

دسویں خصوصیت: زیارت اربعین کی اہمیت صرف یہ نہیں ہے کہ یہ ایمان کی علامتوں میں سے ہے بلکہ روایتوں کے مطابق جس طرح قرآن کا نچوڑ، اللہ کا دین ہے اور دین کا ستون نماز ہے اسی طرح ولایت کا ستون زیارت اربعین اور حادثہ کربلا ہیں۔ رسول خداؐ کا فرمان ہے میری رسالت کا نچوڑ، قرآن و عترت ہے" إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتي اِهل بيتي" اور یہ دونوں ستون" نماز اور زیارت اربعین "امام حسن العسکریؑ کی حدیث میں جمع ہیں۔

گیارہویں خصوصیت :امام حسینؑ کی یاد تمام انبیاءؑ کی یاد منانا ہے کہ آپ نے تمام عالم بشریت کے لئے عذر کا کوئی راستہ باقی نہیں چھوڑا، اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے معلوم نہیں تھا، کیونکہ آپ نے خط لکھا، مدینہ سے مکہ کا تین سو فرسخ کا فاصلہ اور وہاں سے کربلا تک کا فاصلہ طے کرتے کرتے مختلف مقامات پر اپنی تقریروں میں لوگوں پر حجت تمام کرتے گئے، اور جب آپ نے دیکھا کہ آپ کی وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو آپ جان گئے کہ اب خون دینے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ زیارت اربعین کے جملے ہیں: بذل مہجته فيك ليستنقذ عبادك من الجهالہ و حيره الضّلالهيعنی امامؑ نے اپنا خون جگر اور شیر خوار بچہ تک دے کر لوگوں کو عالم، دیندار بنایا اور نفوس کا تزکیہ کرکے انہیں غرق ہونے سے بچالیا۔ اور انبیاءؑ کے ذمے بھی یہی

دو کام اللہ نے سونپا تھا: تزکیہ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم۔ لہٰذا امام حسینؑ کی یاد زندہ رکھنا گویا تمام انبیاء الہیٰ کی یاد کو زندہ رکھنے کے مترادف ہے۔"[14]

بارہویں خصوصیت: اربعین حسینی کی ایک اور وجہ ان کی زیارت کا موقع فراہم کرنا ہے کیونکہ امام رضا علیہ السلام کی روایت کے مطابق امام حسینؑ کی زیارت گویا عرش پر خدا کی زیارت ہے« عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا ع قَالَ: مَنْ زَارَ قَبْرَ الْحُسَيْنِ ع بِشَطِّ الْفُرَاتِ كَانَ كَمَنْ زَارَ اللَّهَ فَوْقَ عَرْشِهِ۔[15] یعنی جس نے کربلا میں امام حسینؑ کی زیارت کی گویا اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی۔

اب سوال یہ ہے کہ امام حسینؑ کی زیارت، خدا کی زیارت ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام حسینؑ خدا کی ذات میں فانی مطلق ہیں، ان کے علاوہ کوئی بھی اس طرح فانی مطلق کے مقام پر نہیں پہنچا ہے، اس لئے فرمایا: امام حسینؑ کی زیارت خدا کی زیارت یعنی لقاء اللہ کا باعث ہے۔ ہر ذی روح کی معراج، لقاء اللہ ہے اور اس مقصد کے لئے بہترین زمینہ ساز موقع عاشورا اور اربعین حسینی ہے۔ اسی لئے امام حسن العسکریؑ نے زیارت اربعین کو جزء ایمان قرار دیتے ہوئے فرمایا: مومن کی پانچ علامتوں میں سے ایک زیارت اربعین ہے، اس حقیقت کو انقلاب اسلامی کے بعد ہم زیادہ وضاحت کے ساتھ درک کر سکتے ہیں کہ صدام کی

[14]۔ آیت اللہ جوادی آملی: کتاب شکوفایی عقل در پرتو نہضت حسینی.
[15]۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، ثواب الأعمال و عقاب الأعمال، ص: ۸۵۔ قم، چاپ: دوم، ۱۴۰٦ق۔

حکومت کے تختہ الٹنے کے بعد سے تمام موالیان حیدر کرار اور عشاق حسین ابوالاحرارؑ کا دنیا کے مختلف گوشہ و کنار سے اٹھ کر کئی کئی کلومیٹر کا سفر جانی اور مالی خطرات کے باوجود پیدل طے کرنا، اور اہل عراق کا ہر بچہ بچہ تک ان زائرین حسینی کی جانی، مالی، اور انسانی خدمات کے لئے ہمہ تن تیار رہنا، اور اپنی ساری جمع پونجی کو خرچ کرکے پوری دنیا والوں کو حیرت میں ڈالنا اور دنیا کا بے مثال اجتماع کرکے شیعیت کا نام روشن کرنا، اور صبر وایثار کا دنیا والوں کو درس دینا، یہ سب اربعین حسینیؑ کی برکات اور فیوضات میں سے ہیں، جو خالص ترین عبادات الٰہی اور انسانی خدمات کا شاہکار نمونہ اور خدا تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

تاریخ بشریت میں اتنی بڑی تعداد [۲۰ ملین کہ جس کے مقابلہ میں حج کا اجتماع صرف تین ملین سے زیادہ نہیں ہوتا] میں پر امن اجتماع شاید کبھی ہوا ہو، اگرچہ سارے یزیدی اور شیطانی طاقتیں بھی اس اجتماع کی روک تھام کے لئے کوشاں رہے ہیں، لیکن حسینی جیالوں کی دن رات جان فشانیوں اور قربانیوں نے ہمیشہ ان کو ناکام بنائے رکھا۔ اب یہاں سے ہمیں سمجھ میں آتا ہے کہ کیوں معصومؑ نے فرمایا: کل یوم عاشورا و کل ارض کربلا اور زیارت اربعین حسینی کو مومن کی علامت کیوں قرار دیا، کیونکہ دنیا کا کتنا ہی بڑا حادثہ کیوں نہ ہو، حادثہ عاشورا کے تحت تاثیر چلا جاتا ہے اور جتنی تاثیر حادثہ عاشورا نے دنیا پر چھوڑی ہے وہ ہر تاثیر پر فایق ہے۔ اسی طرح اربعین کا اجتماع بھی، کہ جس کی مثال دنیا دکھا نہیں سکتی۔

خلاصہ ہر مسلمان خصوصا شیعیان علیؑ اپنے کسی بھی مرنے والے کا چہلم مناتے ہیں اور اس دن قرآن خوانی، نذر اور نیاز کا بندوبست کرتے ہیں، لیکن امام حسینؑ کے لئے کہ زمین ، آسمان، جمادات ، حیوانات بھی آپ کی شہادت پر ۴۰ دن تک گریہ کرتے رہے، ہر سال چہلم مناتے ہیں اور قیامت تک مناتے رہیں گے۔

نتیجہ:

عاشورا اور اربعین اب پوری دنیاکے لئے چراغ ہدایت ہے، اس ادعا کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ شیعیان حیدر کرار عاشورا اور اربعین کا حقیقی چہرہ دنیا والوں کو دکھانے کی کوشش کریں،جو موجودہ تحریفات کی موجودگی میں ممکن نہیں ہے۔ اس عالمی اہداف کے حصول کے لئے عزاداروں میں سے ہر ہر فرد پر ضروری ہے کہ وہ اپنی رسومات کو عقلی اور منطقی طور و طریقے سے منائے تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی مکتب عاشورا اور اربعین سے قریب لاسکے، اور اس کے برعکس ہمارا کردار ایسا نہ ہو کہ لوگ ہم سے، مکتب عاشورا اور اربعین سے دور ہو سکیں۔اور جب لوگ قریب ہونگے تو چراغ عاشورا اور اربعین سے ہدایت حاصل کرسکیں گے اور ان میں بھی جب اسلامی بیداری آجائے گی تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں جو بھی ہل چل ہے اور ظالم نادم اور خائف ہے اور اگر مظلوم کو جینے اور اپنا حق پانے کی امید رکھتا ہے تو یہ سب امام حسینؑ کی مرہون منت ہے، جیساکہ جوش ملیح آبادی نے کہا:

یہ صبح انقلاب کی جو آج کل ہے ضو　　یہ جو مچل رہی ہے صبا پھٹ رہی ہے پو
یہ جو چراغ ظلم کی تھرارہی ہے لو　　درپردہ یہ حسین کے انفاس کی ہے رو[۱۶]

[۱۶]۔ جوش ملیح آبادی؛مرثیہ نا "حسین اور انقلاب" ۱۹۴۱ء

فہرست منابع

قرآن کریم

۱. ابن بابویہ، محمد بن علی؛ثواب الأعمال و عقاب الأعمال ،دار الشریف الرضی للنشر، قم،سال چاپ: ۱۴۰۶ق۔

۲. ابن شہر آشوب، محمد بن علی، مناقب آل إبی طالب علیہم السلام، علامہ - قم، چاپ: اول، ۱۳۷۹ق۔

۳. ابن قولویہ، جعفر بن محمد ذہنی تہرانی، کامل الزیارات، انتشارات پیام حق تہران، ۱۳۷۷۔

۴. آیت اللہ جوادی آملی؛توصیہ ہا، پرسش ہا و پاسخ ہا در محضر حضرت، دبیر خانہ مکاتبہ و اندیشہ۔ قم: دفتر نشر معارف اسلامی، ۱۳۸۰۔

۵. آیت اللہ جوادی آملی: شکوفایی عقل در پر تو نہضت حسینی، انتشارات اسراء، سال ۱۳۹۵

۶. سید محمد تقی موسوی اصفہانی؛مکیال المکارم تاریخ نشر :۱۳۸۱ قم-ایران۔

۷. شیخ صدوق، الامالی، قسم الدراسات الاسلامیۃ، مؤسسۃ البعثۃ، ۱۴۱۷ھ۔

۸. شعیری، محمد بن محمد، جامع الأخبار (للشعیری) - نجف، چاپ: اول، بی تا۔

۹. الشیخ ابوعبداللہ محمد بن جعفر المشدی، المحقق، جواد القیومی الاصفہانی مترجم، موسسہ النشر الاسلامی، ۱۴۱۹ھ، ق۔

۱۰. طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، تصحیح: سید احمد حسینی، تہران، کتابفروشی مرتضوی، ۱۴۱۶ھ۔

۱۱. طہرانی، ابوالفضل بن ابوالقاسم، شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور، تہران، مرتضوی، ۱۳۷۶ شمسی ہجری

۱۲. طوسی، محمد بن الحسن، تہذیب الأحکام (تحقیق خرسان) - تہران، چاپ: چہارم، ۱۴۰۷ق۔

۱۳. قمی، عباس، سفینۃ البحار، بیروت، دار المرتضی،

۱۴. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار، إحیاء التراث العربی - بیروت، ۱۴۰۳ق۔

۱۵. نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ، قم، چاپ: اول، ۱۴۰۸ق۔

بیمار امامؑ کے بیدار کرنے والے خطبے

محمد سجاد شاکری

مقدمہ

یوں تو ہمارے معاشرے میں امام سجادؑ کے بارے میں یہ تصور عام ہے کہ آپ زندگی بھر بیمار، لاغر، لاچار اور انتہائی کسم پرسی کی حالت میں گریہ وزاری کرتے رہے۔ اس تصور سے جو امام کی شخصیت لوگوں کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ نعوذ باللہ آپ ایک ساکت، ہمیشہ رونے والا، کمزور، بے چارہ اور بے ارادہ انسان تھے! جبکہ تاریخ اور سیرت اہل بیتؑ سے مختصر آگاہی رکھنے والا طالب علم یہ جانتا ہے کہ تاریخی حقیقت اس کے بالکل بر عکس تھے۔

ٹھیک ہے کہ امام ایک مختصر مدت کے لئے مصلحت الٰہی کے مطابق بیمار ہو گئے تھے۔ لیکن زندگی بھر آپ بیمار نہیں تھے۔

درست ہے کہ آپ کربلا کے حادثے پر گریہ وزاری فرماتے تھے، لیکن بے ہدف نہیں بلکہ با ہدف اور جہاں گریے کی ضرورت محسوس کرتے، وہاں گریہ کرتے تھے۔ نہ کہ عمر بھر ہر لمحہ اور ہر لحظہ گریہ وزاری کرتے رہیں۔